ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.3 2024

سیرت طیبہ کی روشنی میں خاندانی محبت اور مفاہمت کے ذریعے سماجی اختلافات کا حل: (ایک تجزیاتی مطالعہ)

Resolving Social Disputes through Family Love and Reconciliation in the Light of Seerat Tayyaba :(An Analytical Study)

Mazhar Hussain:
Phd Scholar Department of Islamic Studies &Arabic. Gomal University
D I Khan, 29050, KPK, Pakistan
Email: khakimarwat786@gamil.com

***Warda** Muhammad*
Lecturer Department of Islamic Studies &Arabic. Gomal University
D I Khan
Saima Nosheen
Assistant Professor Department Of Islamic Studies &Arabic. Gomal University
D I Khan

ABSTRACT

In the depths of the Seerat-e-Tayyaba, we get a glimpse of a social model in which the principles of family, love and understanding are given top priority. Every aspect of the life of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) teaches us that social differences can be resolved on the basis of respect, understanding and love, especially in family relationships. He (peace and blessings of Allaah be upon him) always promoted understanding between his family and companions and showed the way to resolve social differences through forgiveness and tolerance. The aim of this research study is to explore the principles in the light of the Seerat-e-Tayyaba that can be effective in resolving differences in the family and society. This analysis will highlight the importance of love, respect and understanding within the family and explain how we can reduce differences and take steps towards better social harmony by applying these principles in today's complex social conditions.

Keywords: *Good character, family, love, understanding, principles, social differences, respect, relationships, forgiveness.*

تمہید: سیرت طیبہ کی گہرائی میں ہمیں ایک ایسے معاشرتی ماڈل کی جھلک ملتی ہے جس میں خاندان، محبت اور مفاہمت کے اصولوں کو اولین ترجیح دی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ہمیں سکھاتا ہے کہ سماجی اختلافات کو احترام، سمجھوتے اور محبت کی بنیاد پر حل کیا جا سکتا ہے، خاص طور پر خاندانی تعلقات میں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنے اہل خانہ اور صحابہ کرام کے درمیان مفاہمت کو فروغ دیا اور سماجی اختلافات کو عفو و درگزر کے ذریعے حل کرنے کی راہ دکھائی۔ اس تحقیقی مطالعہ کا مقصد سیرت طیبہ کی روشنی میں ان اصولوں کو دریافت کرنا ہے جو خاندان اور معاشرت میں اختلافات کے حل کے لئے موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ تجزیہ خاندان کے اندر محبت، احترام اور سمجھوتے کی اہمیت کو اجاگر کرے گا اور بتائے گا کہ کس طرح ہم آج کے پیچیدہ سماجی حالات میں ان اصولوں کو لاگو کر کے اختلافات کو کم کر سکتے ہیں اور ایک بہتر معاشرتی ہم آہنگی کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں۔

مقاصد موضوع:

سیرت طیبہ کی روشنی میں خاندانی محبت اور مفاہمت کے ذریعے سماجی اختلافات کا حل تجزیاتی مطالعہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر خاندان اور معاشرت میں اختلافات کو محبت، حسن سلوک اور مفاہمت سے حل کرنے کے طریقے کو سمجھا جائے۔ اس تحقیق کا مقصد نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے سیکھنا ہے کہ کس طرح آپ نے سماجی مسائل کو اخلاقی انداز میں حل کیا اور خاندان میں ہم آہنگی اور محبت کا ماحول قائم کیا۔ اس مطالعے کے ذریعے ہم یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے کہ اسلامی معاشرت میں اختلافات کے باوجود کس طرح تعلقات کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد اسلامی معاشرت میں اتفاق واتحاد کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔

اس تحقیق کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

1۔ سماجی اختلافات میں تحمل اور سکون کی اہمیت اور سیرت طیبہ کی تعلیمات سے یہ سیکھنا کہ کیسے سماجی سطح پر اختلافات کو بغیر کسی شور وغل کے باہمی سکون اور افہام و تفہیم کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔ معاشرتی ہم آہنگی کی تشکیل اور سیرت طیبہ کے اصولوں کے مطابق سماج میں یکجہتی، ہم آہنگی اور ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنا تاکہ ایک پرامن معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

2۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں خاندانی تجزیہ کا مقصد ہے کہ خاندان کے افراد کے درمیان محبت، احترام، اور افہام و تفہیم کے ذریعے مضبوط اور ہم آہنگ تعلقات قائم کیے جائیں، جیسے نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں مثال قائم کی۔

3۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں محبت کا تجزیہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں بے مثال محبت، احترام اور ہمدردی کے ذریعے انسانوں کے درمیان محبت اور یکجہتی کا درس دیا، جو اسلامی معاشرت کی بنیاد ہے۔

4۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں مفاہمت کا تجزیہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے مخالفین کے ساتھ بھی صلح اور سمجھوتے کے راستے اپناتے ہوئے اسلام کے پیغام کو پھیلایا، جس سے معاشرتی ہم آہنگی اور انسانیت کے لیے ایک بہترین نمونہ قائم کیا۔

5۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں اختلاف کا تجزیہ کرنا کہ نبی اکرم ﷺ نے اختلافات کو احترام، صبر اور حکمت سے حل کیا، اور ہمیشہ معاشرتی ہم آہنگی اور مفاہمت کو فروغ دیا اس کو اجاگر کرنا۔

سیرت طیبہ لغوی واصطلاحی تعریف:

لفظ "سیرت" عربی کے مادہ "س،ی،ر" سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی ہیں: راستہ لینا، چل پڑنا، اختیار کرنا اور اپنانا۔ اس طرح "سیرت" کے لغوی معنی ہوئے حالت، کردار، چال، طرز، رویہ، خصلت اور عادت وغیرہ۔

اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں "سیرت" سے مراد کسی معروف شخصیت کے حالات وواقعات، اخلاق وکردار، چال چلن، طرز عمل، رویہ اور پختہ عادت، جسے وہ راہِ زندگی پر چلتے ہوئے اختیار کرتی اور اپناتی ہے۔

سیرت طیبہ کے اصول اور ان کا سماجی زندگی پر اثرات:

سیرت طیبہ میں سماجی اصولوں کی اہمیت بے حد ہے، جہاں پیغمبر اکرم ﷺ نے انسانیت کے لیے حسن سلوک، انصاف، محبت، اور ہمدردی کو بنیادی اصول قرار دیا۔ اس کائنات کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جسے خدا تعالی نے آخری نبی بنا کر بھیجا، جس نے انسانیت کی راہبری وراہ نمائی کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ذریعہ ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیا، جس نے امداد باہمی اور تعاون وتناصر کی بجھتی قندیلوں کو فروزاں کیا اور قیامت تک آنے والی نسل آدمیت کو سماجی حقوق وفرائض سے آگاہ کیا۔ نبی کریم ﷺ بشر تھے اور بہ حیثیت بشر، حسنِ اہتمام کے ساتھ، آپ نے وہ تمام ذمہ داریاں نبھائیں، جس کا ایک انسان کامل کے سلسلے میں تصور کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کے مختلف ومتنوع پہلوؤں میں ہر پہلو کی طرح سماجی زندگی کا پہلو بھی نہایت روشن وتابناک ہے۔

تاریخ کے صفحات میں سیرت طیبہ کے یہ اوراق آج بھی جگمگا رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جہاں ایک طرف کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگالیا کرتے، گھر میں خود جھاڑو دے لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہ لیتے، جوتا مبارک پھٹ جاتا تو اس میں خود ٹانکا لگا لیتے، کنویں کے ڈول کو خود ہی سی لیا کرتے اور اونٹوں کے لیے چارہ پانی کا نظم خود فرمالیتے؛ وہیں دوسری طرف پڑوسیوں کا حق بھی ادا فرماتے، بیمار کی عیادت فرماتے، مظلوم کی حمایت فرماتے، مہمانوں کی ضیافت فرماتے، یتیموں کی کفالت فرماتے، بیواؤں اور مفلوک الحالوں کی مدد کرتے، ایک دفعہ آپ صحابہ کے ہم راہ کسی سفر پر تھے، آرام کے لیے ایک جگہ پڑاؤ کیا، صحابہ نے کھانا پکانے کے لیے ایک بکری ذبح کی اور کام آپس میں بانٹ لیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے میں لاؤں گا۔" صحابہ نے نہایت احترام سے درخواست کی کہ ہم خود لکڑیاں بھی لے آئیں گے، آپ زحمت نہ کیجیے؛ مگر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا "میں امتیاز پسند نہیں کرتا۔"

اگر دیکھا جائے تو جب نبی کریم ﷺ پر ابتدائی وحی نازل ہوئی، آپ غار حرا میں تھے کہ جبریلؑ کی آمد ہوئی۔ حکم ہوا، "اقرأ" پڑھو۔ جواب میں فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبریل نے پکڑا، پکڑ کر بھینچا اور کہا، "اقرأ" پڑھو۔ آپ نے جواب ارشاد کیا، میں پڑھا ہوا نہیں۔ تیسری بار بھی یہ سوال جواب ہوا اور پھر وحی مکمل ہوئی: "پڑھ اپنے پروردگار کا نام لے کر، جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو خون کے جمے لوتھڑے سے۔ پڑھ اور تیرا رب بہت باعزت (اور کرم فرما) ہے۔ جس نے سکھایا قلم کے ذریعے سے۔ سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔" ([1]) اس وحی سے آپ اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ کانپنے لگے۔ گھر پہنچ کر کمبل اڑھانے کو کہا۔ حضرت خدیجہ نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور یوں آپ کے محاسن کا ذکر کیا: "نہیں! واللہ، خدا آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ " لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا"صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ چکائے ، بلکہ حقیقی صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو رشتہ ناتا توڑنے پر بھی صلہ رحمی کرے۔" آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں اور فقیروں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثات ومصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔" ([2])

عصر حاضر میں مذہبی اختلاف میں سیرتِ نبوی ﷺ کی راہنمائی:

عالمی پیمانے پر اتحاد واتفاق قائم کرنے کی ضرورت آج سب سے زیادہ محسوس کی جارہی ہے۔ آج کوئی ایسا اقتدار نہیں جس کو سب لوگ تسلیم کریں، جس کی سب اطاعت کریں، کسی متفقہ اقتدار کا نہ ہونا، آج کی سب سے بڑی کمی ہے، ایک قوم دوسری قوم کو دیکھنا نہیں چاہتی، مختلف قسم کے معاہدے ہوتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں، اِن کے حل کے لیے اگر یہ سوچا جائے کہ کسی ایک انسان کی حاکمیت پر سارے لوگ متفق ہو جائیں، ہر ایک اِس کی اتباع کریں، تو ایسا فطری طور پر ناممکن ہے؛ اس لیے کہ آج ہر قوم دوسری قوم کی مخالف ہے، تو جس انسان کا بھی انتخاب ہو گا وہ کسی ایک قوم کا فرد ہو گا، اس ایک پر اگر اتفاق سے اپنی قوم متفق ہو گئی تو دوسری اقوام کو متفق کرنا آسان نہیں، پھر یہ کہ انسان نفسانی اغراض اور ذاتی خواہشات سے پاک نہیں ہوتا اگر کسی پر اتفاق کر لینے کی پوری دُنیا کوشش بھی کرے تو وہ آدمی وقت کا "فرعون" اور دَورِ حاضر کا "بُش" ثابت

[1] ۔ علق 1-5
[2] ۔ صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری ،صحیح الادب المفرد، کتاب الادب، دار العلوم بمبی، ناشر، 2007 (رقم الحدیث 5991)

ہو گا، وہ سارے فوائد اپنے لیے، اپنے خاندان، اپنے فرقے اور اپنی قوم کے لیے سمیٹ لے گا، دوسرے لوگ محروم اور منہ تکتے رہ جائیں گے۔ اِس طرح انصاف کی جگہ ظلم اور مساوات کی جگہ بے اعتدالیوں کی حکومت ہو گی۔ کسی آدمی کا علم اتنا وسیع نہیں ہو سکتا کہ ہر انسان کی ضروریات معلوم کر سکے۔ اصلاح و فلاح کی صورتوں سے واقف ہو، ہر ایک کی فطرت کو جانتا ہو؛ اِس لیے وسیع ترین علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھائے گا، اور پوری انسانی آبادی کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کر دے گا؛ اس لیے کسی انسان پر پوری نوعِ انسانیت کا متفق ہونا ناممکن اور لاحاصل ہے۔

اِس اختلاف کے ختم کرنے کی ایک دوسری شکل بھی ممکن نہیں کہ ساری انسانیت مل کر کسی ایک اِدارہ کی حاکمیت کو تسلیم کرلے، اُس کے ہر حکم کو من و عن مان لے، کوئی اِدارہ سارے انسانوں کو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کر سکتا، اور نہ ہی ایسا متفقہ قانون بنا سکتا ہے، جس میں ہر ایک کی فطری ضرورتوں کا پورا لحاظ اور قانون ایسا عزیز بلکہ ہر دِل عزیز ہو کہ سارے لوگ اس کو جان و دل سے ماننے لگیں۔ بالآخر یہ اختلاف و انتشار ختم نہیں ہو گا؛ بلکہ لازمی طور پر اس اِدارے میں جس قوم کی نمائندگی زیادہ ہو گی، اِدارہ اس کے لیے بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا۔ وہ اُس کی آڑ میں اپنے اُلّو سیدھا کرنے میں مشغول و مصروف رہیں گے۔ دُنیا میں جتنے اِدارے عالمی پیمانے پر قائم ہوئے اُن سب کا حال یہی ہوا، آج اِس کی واضح مثال عالمی تنظیم "اقوامِ متحدہ" ہے۔([3])

لہٰذا آج اختلاف حل کرنے کے لیے وہی کرنا ناگزیر ہے جو اللہ کے نبی ﷺ نے کیا، آپ نے اختلاف وانتشار سے تباہ دُنیا کو متحد کر کے عملی مثال پیش کر دی، آپ ﷺ نے دُنیا کو بتا دیا کہ اے انسانو! کسی انسان یا کسی اِدارے کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کے بجائے ایک ایسی ذات کی حاکمیت کو تسلیم کر لو جس نے سارے انسانوں اور اِداروں کو جنم دیا ہے۔ جو خالقِ ارض و سماوات اور "خالق الحب والنوی" ہے۔ اُسی نے سارے انسانوں کو پیدا کیا وہی اُن کا پالنہار ہے، وہی سب کی زندگی اور موت کا مالک ہے۔ وہ ہر ایک کی فطری ضرورتوں سے واقف ہے، ہر ایک کو رزق وہی پہنچاتا ہے، اُسی کی دُنیا اُسی کا عقبیٰ ہے، وہی نظامِ عالم کا نگراں اور مدبّر و منتظم ہے۔ "الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین" ([4]) وہی کائنات کا حقیقی فرماں رواہے، اُسی کی حاکمیت کو تسلیم کرنے میں بھلائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی "دعوتِ توحید" کو جوق در جوق افرادِ انسانی نے قبول کیا، مذہبی اختلافات کے ختم کرنے کا یہ سب سے بڑا مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس وقت کے موجودہ اہلِ کتاب، یہود و نصاریٰ کو توحید پر متحد ہو جانے کی دعوت دی اور بحکم خدا ارشاد فرمایا:

"قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" ([5])

"یعنی اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم اور) برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے۔"

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کے درمیان مذہبی اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی، آج سیرتِ نبوی ﷺ سے انسانیت کو یہ رہنمائی مل رہی ہے کہ اے بنی آدم، دہریت اور خدا کے انکار کو چھوڑ کر "وحدہ لاشریک لہ" پر ایمان لے آؤ، سارے انسان مل کر بس اُسی کی

[3] - https://darululoom-deoband.com/urdu/articles,Tame:11:24pm,Date,05-02-2025

[4] - الاعراف:54

[5] - آل عمران:64

رسّی کو تھام لو، اُسی میں امن وسکون اور طمانیتِ قلبی ہے، اِس کے علاوہ کسی غیر کو تسلیم کرکے قلوب کو راحت نصیب نہیں ہوسکتی۔"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّ لاَ تَفَرَّقُوْا" [6]"اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو باہم متفق ہوکر پکڑے رہو اورآپس میں اختلاف نہ کرو"
توحید کی رسّی ہی ایک ایسی رسّی ہے جس نے عرب کی آپس کی دُشمنی اور رسّہ کشی کو ختم کرکے سب کے دِلوں کو جوڑ دیا، اور سارے لوگ بھائی بھائی ہوگئے، ورنہ سب کے سب جہنم رسید ہونے والے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"اور تم پر جو اللہ کا انعام ہے اُس کو یاد کرو جب کہ تم لوگ آپس میں ایک دُوسرے کے دُشمن تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دِلوں میں الفت پیدا کردی۔ چنانچہ تم لوگ اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی ہوگئے، حالانکہ تم لوگ جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے کہ اللہ نے تمہاری جان بچالی"رحمۃ للعالمین" نے بتایا کہ اُس اللہ نے ایک قانونی کتاب نازل فرمائی ہے، جس قانون میں ہر ایک کی مصلحت کی رعایت ہے، اُس کتاب پر عمل کرنے میں مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد دونوں زندگیوں میں سکون وراحت ہے؛ چنانچہ اطرافِ عالم سے جوق در جوق انسانوں کی بھیڑ نے اُس قانون کو تسلیم کیا، جب وہ قانون روبہ عمل لایا گیا تو دُنیا کو اضطراب سے راحت ملی، بے کل مریضوں کو جس نسخہ سے صدفی صد فائدہ ہوسکتا تھا وہ نسخہ مل گیا، اُس قانون میں گذشتہ نازل کردہ قوانین کی رعایت رکھی گئی تھی، جس طرح ڈاکٹر کے بنائے ہوئے بعد کے نسخے میں گذشتہ نسخوں کی دواؤں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بعد کے نسخوں سے گذشتہ نسخہ منسوخ ہوجاتا ہے، اِسی طرح یہ آخری نسخہ قانون ہے اور جس طرح ہر کتاب کے ساتھ ایک سمجھانے اور تشریح کرنے والا بھیجا جاتا رہا ہے، میں بھی اِس آخری کتاب کی تشریح کے لیے بھیجا گیا ہوں، اِس کتاب اور میری تفسیر میں دُنیا کے لیے راحت ہے، اِسی کے ذریعہ دُنیا میں امن و امان قائم ہوسکتا ہے؛ چنانچہ لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی، جس سے دُنیا نے سکون کا سانس لیا۔ مذہبی اختلافات بڑی حد تک ختم ہوئے، دُنیا نے اُس قانون کو نافذ کرکے آزمایا، آج بھی اُسی دعوت کو عام کرنے کی ضرورت ہے، آج کی دُنیا پیاسی ہے، دعوتِ توحید کی، دعوتِ رسالت اور دعوتِ ایمان کی! کیا ہے کوئی رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے طرزِ دعوت کو اپنانے والا؟ تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت راہِ راست پر آجائے اور پھر سے انسانوں میں ایک باپ کے بیٹے اور ایک خدا کے پجاری ہونے کی سمجھ پیدا ہو۔

قومی ونسلی اختلافات میں سیرتِ نبوی ﷺ کی راہنمائی:

پہلے کی طرح آج بھی لوگ قومی تفاخر اور نسلی اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں۔ کالے گوروں کا اختلاف، علاقے، علاقے کا اختلاف، ملکی اور غیر ملکی امتیاز، اِن تمام اختلافات و امتیازات کی وجہ سے جو پریشانی پہلے تھی اِس سے کہیں زیادہ آج ہے، پہلے تو دُنیا کی قومیں الگ تھیں، لیکن آج دُوری نزدیکی میں بدل گئی، پوری دُنیا ایک خاندان اور گھر کی طرح ہوگئی ہے؛ اِس لیے آج بھی اُن امتیازات کو ہٹاکر ہی سکون کا سانس لیا جاسکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اِس طرح تفاخر و امتیاز سے پیدا ہونے والے نقصانات سے خوب واقف تھے، آپ ﷺ نے اُن کو جڑ سے ختم کرنے کا اعلان فرمادیا اور انسانوں کو سبق دیا کہ دیکھو تم سب ایک خالق کی مخلوق ہو، ایک اللہ کے پجاری ہو، اِس لیے اختلافات و امتیازات کو ختم کرو اور یاد کرو کہ تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو اور تمہارے باپ مٹی سے پیدا کیے گئے، مٹی میں تواضع، انکساری اور فروتنی ہوتی ہے تم سب بھائی بھائی بن کر رہو، کالے گوروں میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں، عربی اور غیر عربی ہونا ہی کوئی امتیاز و تفوق کی بات نہیں، ہاں تفوق اور برتری تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہوسکتی ہے۔(حجۃ الوداع کا خطبہ) تم میں سب سے زیادہ اللہ کو محبوب وہ شخص ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار، متقی اور محتاط ہے۔([7])

---

6 ۔ آل عمران:103
7 ۔ الحجرات:13

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.3 2024

غور کیجئے کہ جس ماحول میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ تعلیم دی وہ چھوٹی سی تعداد میں ہونے کے باوجود درجنوں قبیلوں میں منقسم تھا، پھر ہر قبیلے کے مختلف ٹکڑے تھے اور ہر ایک کے مختلف خاندان اور کنبے تھے۔ ہر ایک اپنا ایک امتیاز رکھتا تھا، سب آپس میں دست و گریباں تھے اُن کے اندر سے امتیاز و تفاخر اور تفوق برتنے کے سارے جرائم کو آپ ﷺ نے ختم کر دیا، وہ سب کے سب بھائی بھائی ہوگئے، جہاں گئے وہاں اُسی تعلیم نبوی ﷺ کو عام کیا، اِس طرح ایک عالم گیر برادری اور ہمہ گیر اخوت وجود میں آگئی، ہر فرد ایک دوسرے سے اِس طرح جڑا محسوس کرتا تھا، جس طرح جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں، آج بھی اُسی تعلیم کو عام کرنے سے یہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں، انسانیت کا اختلاف اور تصادم یقینی طور پر ختم ہوسکتا ہے۔

عصر حاضر میں خرابیوں کی اصلاح سیرت طیبہ میں:

دور جدید "پی ایچ، ڈی" اور تخصصات کا دور کہلاتا ہے اگر کسی تحقیق کے طالب علم کو آج کے دور کی ظاہر اور باطنی خرابیوں کے شمار کرنے کا موضوع دے دیا جائے؛ بلکہ ایک نہیں متعدد طالب علموں کو اِس موضوع پر لگایا جائے تب بھی ساری خرابیاں بیان نہیں ہوسکیں گی، اِن ساری خرابیوں کی وجہ سیرت طیبہ یعنی اِسلام اور تعلیم اسلام کا عام نہ ہونا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اصل بعثت کا مقصد دُنیا کو اعتدال پر لانا تھااور آپ ﷺ کی پوری زندگی دعوتِ اصلاح و تبلیغ میں صرف کرڈالی۔ تربیت کے ذریعہ ایسے افراد پیدا کیے، جن میں ایمان کامل تھا، آخرت کا استحضار تھا، وہ ذکر الٰہی کا اہتمام کرتے، راتوں میں تہجد گذار اور دِنوں میں مجاہد بر سرپیکار ہوتے،" امر بالمعروف اور نہی عن المنکر "([8]) کو اُنہوں نے اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا۔ غیروں کی اصلاح سے پہلے اپنی ذات کی اصلاح کی طرف آپ ﷺ نے توجہ دلائی۔ اللہ رب العزت کے سارے احکام سے لوگوں کو واقف کرایا۔ اللہ کے سارے احکام کو زمین پر نافذ کرنے کی کوششیں اور تدبیریں کیں۔ ہر ایک کے حقوق کو واضح فرمایا، خصوصاً کمزور طبقات مثلاً عورتوں، بچوں، غلاموں، خادموں اور جانوروں کے حقوق کو متعین فرماکر اُن کی ادائیگی کی تلقین فرمائی۔ معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں پر گرفت کرنے اور ایک دُوسرے کو احکامِ الٰہی کی تعمیل کی تلقین کا مزاج بنایا۔ آیات واحادیث کی تعلیم کے ساتھ اُن پر عمل کرنے اور خود احتسابی کی تعلیم دی۔ آیات کی تفسیر اور احادیث کے یاد کرنے اور اُن کے مذاکرے کا ماحول بنایا۔ اخلاقِ رذیلہ کی خرابیوں کو بیان کرکے اُن سے بچنے اور اخلاقِ فاضلہ کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ ایسا ماحول بنایا کہ ہر آدمی دعوت اصلاح و تبلیغ کو اپنی ذمہ داری سمجھنے لگا تھا۔ اگر آج بھی مذکورہ بالا سیرت نبوی کے طریقہ کار پر عمل ہو تو معاشرہ کی ساری خرابیاں دُور ہوسکتی ہیں۔ آج ضرورت بھی اس بات کی ہے کہ قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا جائے اور اُس کی تفسیر کو عام کیا جائے، اور ساتھ ہی احادیث کی تعلیم کا بھی اہتمام کیا جائے اور غیروں کے بجائے اپنی خرابیوں پر غور کیا جائے اور سیرت طیبہ کو اپناتے ہوئے اپنی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ نیز تذکیر وموعظت اور تبلیغ ودعوت کا اہتمام کیا جائے تو ضرور معاشرہ درست سمت پر گامزن ہوگا۔ سیرتِ طیبہ کی تعلیمات سے ہمیں سب سے بڑی راہنمائی یہی مل رہی ہے کہ جس عرق ریزی سے خیر القرون کا صالح معاشرہ بنا آج بھی وہی ماحول پیدا ہونے کے ساتھ ہمارا بنیادی مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی اورآخرت کی کامیابی ہو۔([9])

خاندان کیا ہے:

سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ خاندان کہتے کسے ہیں، اس کی حدود و قیود کیا ہیں؟ تاکہ ہم اس کے نتیجے میں اسلامی خاندان کو سیرت طیبہ کی

[8] ۔ لقمان : 17
[9] ۔ ماہنامہ دارالعلوم ، شمارہ2، جلد: 90 ،محرم1427 ہجری مطابق فروری2006ء

روشنی میں سمجھ سکیں۔ سب سے پہلے ماہرین کی نظر میں خاندان کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر خالد علوی خاندان کی تعریف:

"خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جو انسانی رویئے اور طرز عمل کی تشکیل کرتا ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جس کے ذریعے معاشرتی تربیت ہوتی ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جو فرد کو اپنے فرائض کا احساس دلاتا ہے۔ اسے فرق مراتب کا شعور بخشتا ہے۔ اگر خاندان کا استحکام کم ہو جائے تو انسانی طرز عمل، معاشرتی فرائض کا شعور اور افراد معاشرہ کے مراتب کا یقین سب کچھ ختم ہو جائے گا"۔([10])

ڈاکٹر محمد امین کے نزدیک خاندان کی تعریف:

"تمام مذاہب میں خاندان کی وکالت اس طرح کی گئی ہے کہ گویا یہ خاندان مرد کے لیے گھونسلہ اور عورت کو اولین استاد قرار دیا گیا ہے، جس جیسا استاد مہیا ہونا ناممکن ہے"۔([11]) اس کے علاوہ بھی خاندان کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں بنیادی طور پر یہ انتہائی قریبی رشتہ داروں کا گروہ ہوتا ہے جو خاص اقدار کو لیے نسل نو کی دنیاوی اور دینی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے کہ انسان معاشرے کے لیے مفید شہری بن سکے۔

خاندان میں اختلافات کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں

1. عفو در گزر، قوت برداشت، صبر و تحمل کا مظاہرہ:

عفو در گزر، صبر و تحمل عائلی نظام زندگی میں کامیاب کنجی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان تفاوت اور اختلاف کا ہونا ایک فطری امر ہے اور غلطی کا ہونا بھی انسانی سرشت کا حصہ ہے۔ لیکن ایسے مواقع پر صبر و تحمل و قوت برداشت کا مظاہرہ کرنا اور عفو در گزر سے کام لینا بہت سی پیچیدگیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اگر زوجین عفو در گزر سے کام نہ لیں تو نوبت لڑائی جھگڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں عائلی زندگی کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اور یہی کام شیطان چاہتا ہے کہ زوجین میں تفریق ڈال دی جائے، شیطان کے نزدیک سب محبوب کام بھی زوجین کے درمیان تفریق ہے۔ عفو در گزر اور قوت برداشت کا مظاہرہ شیطان کے حملے کو ناکام بنا دیتا ہے اور رشتوں میں تلخیاں بڑھنے نہیں دیتا، غلطیوں اور کوتاہیوں سر صرف نظر کر کے نرم رویہ اختیار فرمانا نبی کریم ﷺ کا اسوہ کامل ہے۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں: میں اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ اپنے اہل و عیال کے لیے رحیم و شفیق کسی کو نہیں دیکھا"

"تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں"([12]) سیرت طیبہ میں حسن سلوک اور زوجین کے درمیان ایک دوسرے کی غلطیوں اور لغزشوں پر چشم پوشی کا سبق واضح طور پر ملتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا، اور جب بھی بیویوں سے کوئی غلطی ہوئی، تو آپ ﷺ نے ان کی لغزشوں پر در گزر اور صبر کا رویہ اختیار کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک حدیث میں بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی کسی کے ساتھ طویل عرصے تک ناراضگی نہیں رکھی، اور ہمیشہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئے (بخاری)۔ اس کے علاوہ، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا، تو نبی ﷺ نے بھی اس معاملے میں عجلت سے فیصلہ کرنے کی بجائے صبر اور تحمل کا راستہ اپنایا، اور اللہ کی رضا پر یقین رکھتے ہوئے معاملہ حل کیا۔ یہ عمل زوجین کے درمیان حسن سلوک، معاف کرنے اور ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف کرنے کا ایک عظیم نمونہ ہے، جو ازدواجی

10 ۔خالد علوی، ڈاکٹر،اسلام کا معاشرتی نظام،المکتبۃ العلمیہ،لاہور،1998،ص 83

11 ۔ محمد امین ،ڈاکٹر ،اسلام اور مغرب کی تہذیبی کشمکش ،مکتبہ بیت االحکمت،لاہور،ص 230

12 ۔ ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسیٰ، الجامع، کتاب المناقب،باب فضل ازواج النبی،، دار الشرکۃ مکتبہ و مطبوعہ مصطفی البانی الحکیم ۔س۔ن،مصر، (رقم الحدیث:3921)

زندگی میں سکون اور محبت کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں ہم سیکھتے ہیں کہ زوجین کا ایک دوسرے کی لغزشوں پر چشم پوشی کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کرنا، تعلقات کو مضبوط اور خوشگوار بناتا ہے۔

ازدواجی تعلقات میں محبت اور مفاہمت کے اصول:

ازدواجی تعلقات میں محبت اور مفاہمت کے اصول سیرت طیبہ کی روشنی میں اہمیت رکھتے ہیں، اور نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ان اصولوں کا بہترین عملی مظاہرہ ملتا ہے۔ ان اصولوں میں محبت، احترام، صبر، اور ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھنا شامل ہیں۔ سیرت طیبہ میں آپ ﷺ کے ازدواجی تعلقات نے ہمیں یہ سکھایا کہ کس طرح شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کریں اور اختلافات کو محبت اور مفاہمت کے ساتھ حل کریں۔ محبت اور حسن سلوک پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر ہو" (ابن ماجہ) اس حدیث میں نبی ﷺ نے ازدواجی زندگی میں محبت، حسن سلوک اور احترام کی اہمیت پر زور دیا۔ یہ اصول اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت، لحاظ، اور عزت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

۔ نبی ﷺ نے ہمیشہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ محبت، احترام، اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا، جس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اختلافات کا حل محض برداشت، معافی، اور باہمی مفاہمت کے ذریعے ممکن ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ گھر تشریف لائے تو سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی پی رہی تھیں۔ آپ نے دور سے فرمایا، حمیرا میرے لیے بھی کچھ پانی بچا دینا تو سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچا دیا۔ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ نے پیالہ حاضر خدمت کر دیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ پانی پینے لگے تو رک گئے اور سیدہ سے پوچھا: حمیرا، تم نے کہاں سے منہ لگا کر پانی پیا تھا؟ انہوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا تو پیارے آقا حضور نبی کریم ﷺ نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا جس جگہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پیا تھا۔

الغرض:

آپ ﷺ کا بحیثیت مثالی شوہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت کرنا، آپ کو اُٹھ کر بوسہ دینا، آپ سے پیار بھرے انداز میں گفتگو کرنا، آپ کے پس خوردہ کو پسند فرمانا وغیرہ ان سب انداز میں ہماری ازدواجی زندگی کو بہتر انداز سے گزارنے کے سنہرے اصول پوشیدہ ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ کی سنت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی خلوت ہو یا جلوت، آپ ﷺ کی عبادات ہوں وغیرہ۔([13])

مفاہمت اور صبر:

"تم سب میں بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں اور بچیوں کے ساتھ اچھا ہو" ([14]) نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ مشورہ کرنے کی اہمیت کو بھی نمایاں کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ حدیبیہ کے وقت نبی ﷺ نے ان سے مشورہ لیا تھا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ازدواجی تعلقات میں شوہر اور بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے مشورے کا احترام کرنا چاہیے اور فیصلوں میں دونوں کی رضا شامل ہونی چاہیے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی تعلقات میں محبت اور مفاہمت کے اصول میں صرف بات چیت اور سمجھوتہ ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کی

13 ۔ سنن ابی داؤد ، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، باب فِي مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَمُجَامَعَتِهَا:(رقم الحدیث 259)
14 ۔ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسیٰ، شعب الایمان ، الجامع ،باب فی حقوق الاولاد (رقم الحدیث: 8720)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ضروریات کا احترام اور توجہ دینا بھی ضروری ہے۔ یہ تمام اصول سیرت طیبہ میں ہمیں سکھاتے ہیں کہ ازدواجی تعلقات میں کامیابی اور خوشی کا راز محبت، احترام، مفاہمت، اور مشترکہ فیصلوں میں چھپا ہے۔

والدین اور بچوں کی تربیت کے درمیان تعلقات میں اصول:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا کہ " ہر ایک بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مشرک بناتے ہیں اس لیے اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔"([15]) بچے مستقبل میں قوم کے معمار ہوتے ہیں، اگر اُنہیں صحیح تربیت دی جائے تو اس کا مطلب ہے ایک اچھے اور مضبوط معاشرے کے لئے ایک صحیح بنیاد ڈال دی گئی۔ بچوں کی اچھی تربیت سے ایک مثالی معاشرہ اور قوم وجود میں آتی ہے، اس لئے کہ ایک اچھا پودا ہی مستقبل میں تناور درخت بن سکتا ہے۔ بچپن میں ہی اگر بچے کی صحیح دینی و اخلاقی تربیت اور اصلاح کی جائے تو بلوغت کے بعد بھی وہ ان پر عمل پیرا رہے گا۔ اس کے برخلاف اگر درست طریقہ سے ان کی تربیت نہ کی گئی تو بلوغت کے بعد ان سے بھلائی کی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی، نیز بلوغت کے بعد وہ جن برے اخلاق واعمال کا مرتکب ہو گا، اس کے ذمہ دار اور قصور وار والدین ہی ہوں گے، جنہوں نے ابتدا سے ہی ان کی صحیح راہنمائی نہیں کی۔ نیز اولاد کی اچھی اور دینی تربیت دنیا میں والدین کے لئے نیک نامی کا باعث اور آخرت میں کامیابی کا سبب ہے، جب کہ نافرمان و بے تربیت اولاد دنیا میں بھی والدین کے لئے وبالِ جان ہو گی اور آخرت میں بھی رسوائی کا سبب بنے گی۔ لفظ "تربیت" ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ اس لفظ کے تحت افراد کی تربیت، خاندان کی تربیت، معاشرے اور سوسائٹی کی تربیت، پھر ان قسموں میں بہت سی ذیلی اقسام داخل ہیں۔ ان سب اقسام کی تربیت کا اصل مقصد و غرض، عمدہ، پاکیزہ، بااخلاق اور باکردار معاشرے کا قیام ہے۔ تربیتِ اولاد بھی انہیں اقسام میں سے ایک اہم قسم اور شاخ ہے۔ آسان الفاظ میں "تربیت" کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ "برے اخلاق وعادات اور غلط ماحول کو اچھے اخلاق وعادات اور ایک صالح، پاکیزہ ماحول سے تبدیل کرنے کا نام "تربیت ہے اور وہ دو قسم پر ہے

1۔ ظاہری تربیت:

ظاہری اعتبار سے تربیت میں اولاد کی ظاہری وضع قطع، لباس، کھانے، پینے، نشست وبرخاست، میل جول، اس کے دوست احباب اور تعلقات و مشاغل کو نظر میں رکھنا، اس کے تعلیمی کوائف کی جانکاری اور بلوغت کے بعد ان کے ذرائع معاش وغیرہ کی نگرانی ودیگر امور شامل ہیں۔ یہ تمام امور اولاد کی ظاہری تربیت میں داخل ہیں۔

2۔ باطنی تربیت:

باطنی تربیت سے مراد اُن کے عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح ودرستگی ہے۔ اولاد کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی تربیت والدین کے ذمہ فرض ہے۔ ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کے لئے بے حد رحمت وشفقت کا فطری جذبہ اور احساس پایا جاتا ہے۔ یہی پدری ومادری فطری جذبات واحساسات ہی ہیں جو بچوں کی دیکھ بھال، تربیت اور اُن کی ضروریات کی کفالت پر اُنہیں اُبھارتے ہیں۔ ماں باپ کے دل میں یہ جذبات راسخ ہوں اور ساتھ ساتھ اپنی دینی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو تو وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں احسن طریقے سے اخلاص کے ساتھ پوری کرسکتے ہیں۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبوی میں اولاد کی تربیت کے بارے میں واضح ارشادات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

15 ۔ سنن ترمذی ، ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسیٰ، الجامع، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المراۃ زوجھا، دار الشرکۃ مکتبہ و مطبوعہ مصطفی البانی الحکیم ،س ن،مصر، (رقم الحدیث 2138)

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ(16)" اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں"۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر و تشریح میں فرمایا کہ: ان (اپنی اولاد) کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ"۔ فقہاء کرام نے لکھاہے کہ: ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو فرائضِ شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کے لئے کوشش کرے۔ اولاد کی تربیت کی اہمیت کا اندازہ ان احادیث سے بھی ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھادے"۔ یعنی اچھی تربیت کرنا اور اچھے آداب سکھانا اولاد کے لئے سب سے بہترین عطیہ ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ، والدین کے حقوق تو ہم نے جان لئے، اولاد کے کیا حقوق ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔ "یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان جن کا ذمہ دار ور کھوالا ہے، اُنہیں ضائع کردے، ان کی تربیت نہ کرے"۔ یہ بھی ضائع کرنا ہے کہ بچوں کو یونہی چھوڑدینا کہ وہ بھٹکتے پھریں، صحیح راستہ سے ہٹ جائیں، ان کے عقائد واخلاق برباد ہوجائیں۔ نیز اسلام کی نظر میں ناواقفیت کوئی عذر نہیں ہے۔ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں جن امور کا جاننا ضروری ہے، اُس میں کوتاہی کرنا قیامت کی بازپرس سے نہیں بچاسکتا۔

خاندان کے افراد کے درمیان باہمی افہام وتفہیم:

خاندانی زندگی کے نظم کو برقرار رکھنے کیلئے بہر حال زوجین میں سے کسی ایک کا قوام اور صاحبِ امر ہونا ناگزیر ہے۔ اگر دونوں مساوی درجہ اور مساوی اختیارات رکھنے والے ہوں تو بدنظمی کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ اسلام چونکہ ایک فطری دین ہے اس لئے اس نے فطرت کا لحاظ کرکے زوجین میں سے ایک کو قوام اور صاحبِ امر اور دوسرے کو مطیع اور ماتحت بنانا ضروری سمجھا اور قوامیت کیلئے اس فریق (مرد) کا انتخاب کیا جو فطرتاً یہی درجہ لے کر پیدا ہوا ہے۔(17)

بحیثیت قوام زوجین کے باہمی تعلق میں مرد کو مرکزی کردار حاصل ہے۔ استحکام خاندان کا دارومدار عورت کی بہ نسبت مرد پر زیادہ ہے کیونکہ اگر وہ جسمانی لحاظ سے طاقتور ہے تو اعصابی لحاظ سے بھی عورت کے مقابلے میں کہیں زیادہ مضبوط ہے۔ اس میں تحمل مزاجی اور بردباری کی صفات عورت کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ اسی سبب سے اس کے ہاتھ میں عقدۃ النکاح تھمائی۔ کیونکہ وہ فہم وفراست میں عورت سے فائق ہے اور عورت کی طرح جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔ اس کے مقام اور درجے کا بھی یہی تقاضا ہے کہ وہ عورت کی جانب سے ہونے والی کوتاہیوں کو نظر انداز کرے اور کمال شفقت ومحبت، صبر وحلم، ایثار وحکمت سے اپنے اس تعلق کو مزید حسن وخوبی سے آراستہ کرے۔

مرد کی قوامیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرد حاکمانہ رویہ اختیار کرے۔ کیونکہ مرد کا بے جا رعب ودبدبہ بھی خاندان کا شیرازہ منتشر کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ "ایسے گھرانے جہاں پر مرد کا آمرانہ رویہ ہے۔ اور وہ اپنی رائے اور اپنے فیصلوں سے اختلاف کو سنگین جرم سمجھتا ہے اور ایسے جرم کو خواہ وہ اس کی بیوی ہو یا بیٹی سخت سزا کا موجب گردانتا ہے یہ رجحان اسلامی اصولوں کے خلاف ہے، اسلامی تعلیمات کے منافی اور خاندانی استحکام کو نقصان پہنچانے والا رویہ ہے۔"(18)

اس حوالے سے آنحضور ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ خانہ نبوت میں مختلف عمروں اور مزاج کی حامل خواتین شامل تھیں۔ لیکن آپ ﷺ کے انصاف، حکمت اور فہم وفراست نے گھر کا توازن اور حسن کبھی بگڑنے نہیں دیا۔ ازواج مطہرات نے تنگی کی شکایت کرتے ہوئے نان ونفقہ

16۔ التحریم:6
17۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، حقوق زوجین، اسلامک پبلیکیشنز لیمیٹڈ، لاہور، ڈھاکہ، 1986، ص 30
18۔ خلیلی، منیر احمد، عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، منظر و پس منظر، حسن البناء اکیڈمی راولپنڈی، 2004ء : 425

میں اضافہ کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے ایک روایتی مرد کی طرح نہ تو لعن طعن کیا اور نہ ہی زود و کوب کیا۔ اور نہ اٹھ کر انہیں وعظ و نصیحت کرنا شروع کر دی بلکہ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی اور بالا خانہ پر تشریف لے گئے تا آنکہ آیت تخییر نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے انہیں دامن نبوت اور اپنی خواہشات میں سے کسی ایک چننے کا آزادانہ اختیار دے دیا۔

اسی طرح حضرت عائشہ کم سن تھیں تو آپ ﷺ نے انہیں کبھی یہ احساس دلانے کی کوشش نہ کی تھی کہ بیوی ہونے کی حیثیت سے اب بچپنا چھوڑ دو اور سنجیدگی اختیار کرو بلکہ آپ ﷺ خود جا کر ان کی سہیلیوں کو بلا کر لاتے تھے انہیں گڑیوں سے کھیلنے کی اجازت دیتے،([19]) انہیں اپنی اوٹ میں کھڑا کر کے حبشیوں کا کھیل دکھاتے، ان کے ساتھ دوڑ لگاتے کبھی گیارہ عورتوں کا طویل قصہ یا کہانی سناتیں تو نہ صرف تحمل بلکہ پورے انہماک سے سنتے، آپؓ سوئی ہوتیں تو آہستہ سے اٹھتے اور آہستہ سے دروازہ کھولتے تا کہ آپؓ کی نیند میں خلل واقع نہ ہو،([20]) اور کبھی ان سے خطا ہو جاتی تو کمال حکمت سے کام لیتے ہوئے ان کی راہنمائی کرتے جیسے ایک بار آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ زینب بنت جحشؓ نے آنحضرت ﷺ کے لئے ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھیجی۔ حضرت عائشہ کو غیرت آئی اور آپؓ نے ہاتھ مار کر وہ پیالہ توڑ دیا اور کھانا بھی ضائع ہو گیا۔ بعد میں آپؓ کو ندامت ہوئی تو آپ ﷺ سے پوچھنے لگیں کہ اب کیا کروں تو آپ ﷺ نے خوش مزاجی سے فرمایا عائشہ ویسا برتن اور ویسا ہی کھانا اس کا بدلہ ہے۔([21])

آپ ﷺ چاہتے تو حضرت عائشہؓ کو سخت سخت بھی سنا سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ان کے جذبہ غیرت کو سمجھتے ہوئے کچھ نا کہا یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کو خود ندامت محسوس ہوئی اور آپ ﷺ نے بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ازالہ کی راہ بھی سجھادی۔ لہٰذا عورتوں پر مردوں کی فضیلت ایک طرف ان کی ذمہ داریوں کے باعث ہے تو دوسری طرف زوجین کی باہمی رفاقت میں بیوی کی جانب سے ہونے والی بہت سے معاملات میں کوتاہیوں سے چشم پوشی اور اعلیٰ درجہ کی برداشت کے سبب سے بھی ہے۔

اختلافات اور تنازعات کس گھر میں نہیں ہوتے ازواج مطہرات میں بھی ہوتے تھے لیکن آپ ﷺ کے حلم اور فراست نے ہمیشہ ماحول کو خوشگوار ہی رکھا۔ ایک بار حضرت صفیہ زار و قطار رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ صفیہ کیوں رو رہی ہو؟ کہا کہ زینب جو آپکی بیوی ہیں وہ کہہ رہی تھیں کہ ہمارا تعلق نبی کریم ﷺ سے نسبی ہے، لہذا فضیلت میں ہم تم سے بڑھ کر ہیں۔ تم فضیلت میں ہمارے برابر نہیں ہو سکتیں اور ہم سے بڑھ نہیں سکتیں۔ فوراً نبی کریم ﷺ نے ان سے یہ کہا کہ: ارے! تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ تم مجھ سے فضیلت میں کیسے بڑھ کر ہو سکتی ہو جبکہ میرا باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ اور میرے شوہر حضرت محمد ﷺ ہیں۔([22])

یہ بھی آپ ﷺ کا حکمت بھرا انداز تھا جس نے دلوں میں دوریاں اور کدورتیں بڑھنے نہ دیں اور ہلکے پھلکے انداز میں بات کی تلخی اور اثر کو بھی زائل کر دیا۔ ہمارے معاشرے میں مرد ماں اور بیوی کے درمیان توازن نہیں رکھ سکتا اور دونوں کے درمیان پس کر رہ جاتا ہے اسی غیر متوازن رویے کے سبب اکثر گھروں کا ماحول کشیدہ رہتا ہے۔ جبکہ اکثر و بیشتر یہ ناچاقی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ خاندان کا شیرازہ ہی بکھر جاتا ہے۔ یہاں مرد کی فہم و فراست اور حکمت و دانشمندی ہی وہ چیز ہو سکتی ہے جو خاندان میں توازن کو برقرار رکھ سکتی ہے اور بحیثیت قوام یہ اس کے فرائض میں

[19] ۔ ابو داؤد،سلیمان بن اشعث سجستانی(۲۷۵ھ)، السنن ، کتاب الادب، باب اللعب بالبنات ، رقم الحدیث : 49932

[20] ۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل(۲۵۶ھ)،الجامع الصحیح ، کتاب النکاح، باب حسن المعاشرۃ مع الاھل، رقم الحدیث: 5189

[21] ۔ مسلم بن حجاج(261ھ)،المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول ، کتاب الجنائز، باب ما یقول عند دخول القبر والدعاء لاھلھا، رقم الحدیث :973

[22] ۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل(256ھ)،الجامع الصحیح، کتاب النکاح ، باب الغیرۃ، رقم الحدیث:5625

سے ایک اہم فریضہ ہے۔ خانہ نبوت میں بیک وقت متعدد ازواج موجود تھیں باہم غیرت یار قابت کے جذبات کے واقعات ہمیں ازواج النبی ﷺ کی زندگی سے بھی ملتے ہیں۔

اس نسوانی فطرت کی جھلک ہمیں ان میں بھی نظر آتی ہے لیکن آپ ﷺ کے انصاف، عدل حکمت اور فہم و فراست نے توازن کو کبھی بگڑنے نہ دیا اور ازواج مطہرات کے درمیان باہم محبت، احترام کا جذبہ ہمیشہ قائم رہا۔ یہی مرد کی قوامیت کا تقاضا ہے کہ وہ حسن تدبیر سے کام لے خاندان کی اکائیوں کے درمیان توازن کو قائم رکھے۔ کیونکہ اس کی ذراسی غفلت یالاپرواہی خاندان کا شیرازہ منتشر کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کی نفسیات، ضروریات، حسب نسب، مقام و مرتبہ اور ان کے رجحانات کو ایک ماہر نفسیات کی طرح ہمیشہ ملحوظ رکھا، یہی وجہ ہے کہ ہر زوجہ بحیثیت شوہر آپ ﷺ کے کردار سے مطمئن و شاداں نظر آئیں۔ اگر بحیثیت آپ ﷺ کمال تدبر و حکمت سے کام نہ لیتے تو خاندان نبوت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ یہ آپ ﷺ کی تربیت ہی تھی کہ جس کے باعث وصال نبی ﷺ کے بعد بھی تمام ازواج باہمی احترام و مودت، محبت و حسن سلوک کی مجسم پیکر نظر آئیں۔ استحکام خاندان کے لیے مردوزن کے دائرہ عمل کی تقسیم کے بعد اسلام ایسے بہت سے امور کا ذکر کرتا ہے جن میں زوجین کا یکساں کردار خاندان کے استحکام میں اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

معاشرتی تعلقات میں اختلافات کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں:

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ[23]

"پہلوان وہ نہیں جو بدلہ لینے میں زیادہ سخت ہو بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔"

عفو و درگزر: سیرت طیبہ میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ معاف کرنے کو اہمیت دی۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

"جو معاف کرے گا، اللہ اسے معاف کرے گا۔" اس اصول کے مطابق معاشرتی اختلافات کو محبت اور معاف کرنے کی سوچ کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔ سیرت طیبہ میں معاشرتی تعلقات میں اختلافات کا حل بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور اس کے اصول ہمارے لئے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں ہمیں یہ اصول ملتے ہیں کہ اختلافات کا حل صرف اور صرف عدل، محبت اور معاف کرنے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا: "وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَإِنْ عَفَوْتُمْ فَهُوَ أَفْضَلُ لِلْجَزَاءِ"

([24]) "اگر تم انتقام لینا چاہو تو اسی مقدار میں لے سکتے ہو جس مقدار میں تم پر زیادتی کی گئی، لیکن اگر تم معاف کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے"۔

اس سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ اگر معاشرتی تعلقات میں کسی نے زیادتی کی ہو تو بدلہ لینا جائز ہے، لیکن اس میں بھی اعتدال اختیار کرنا ضروری ہے۔ بدلہ ہمیشہ زیادتی کے برابر ہی ہونا چاہیے، اور اس کے باوجود اللہ تعالی نے معاف کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے یہ اصول ثابت کیا کہ معاف کرنا اور صبر کرنا ہمیشہ بہتر ہے۔ جب بھی آپ ﷺ پر کوئی ظلم یا زیادتی ہوئی، آپ نے اکثر معاف کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ ایک مشہور واقعہ ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر منافقین نے تہمت لگائی، اور اللہ کے حکم سے آپ ﷺ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، بلکہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اسی طرح غزوۂ اُحد میں جب آپ ﷺ کو زخمی کیا گیا اور آپ کے ساتھیوں کو تکالیف پہنچائیں گئیں، آپ ﷺ نے ہمیشہ صبر و عفو کا راستہ اپنایا اور بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دیا۔ لہٰذا، سیرت طیبہ میں ہمیں یہ سکھایا گیا کہ معاشرتی اختلافات میں جہاں بدلہ لینا جائز ہے، وہیں معاف کرنا اور درگزر کرنا افضل ہے۔ اس سے نہ صرف آپ کے دل میں سکون اور محبت کا اضافہ ہوتا

[23] ۔ دہلوی، عبد الحق ،شاہ،مدارج النبوۃ،(مترجم) غلام معین الدین، شبیر برادرزاردو بازار لاہور،2004،:559
[24] ۔ النساء، 4: 146

ہے بلکہ معاشرت میں بھی امن و امان اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہوتی ہے۔(25)"اگر تم بدلہ لو تم تو اتنا ہی جتنا تم پر زیادتی کی گئی"۔اسی طرح فرمایا کہ:"فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ(26) "جس قدر زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی ہے، بدلہ اسی قدر لیا جائے"اس سلسلے میں قرآن مجید کا نظریہ یہ ہے کہ:"اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ"(27) "برائی کا بدلہ برائی کی صورت میں دینے کے بجائے برائی کو اچھائی اور حسن سلوک سے مٹاؤ اس طریق کار کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارا بدترین دشمن بہترین دوست بن جائے گا"، قرآن کریم اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ کسی کی زیادتی پر صبر کرنا اپنے نتیجے کے اعتبار سے بدلہ لینے سے بہتر نتائج پیدا کرے گا، چنانچہ ارشاد ہے کہ: "اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ"(28) "کیا تم پسند نہیں کرتے کہ (تم لوگوں کو معاف کرو اور) اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے"۔

صحابہ کرام کے درمیان اختلافات اور ان کا حل:

قرآن و حدیث کے فہم اور اس کی تشریح و توضیح میں اختلاف ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ اختلاف تو صحابہ و بہ و تابعین کے درمیان بھی موجود تھا۔ لیکن اس کے سبب وہ فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ اس اختلاف کے باوجود سب کا مرکز اطاعت اور محور عقیدت ایک ہی تھا قرآن اور حدیث رسول صلی۔ وہ اپنے اختلافات کو کتاب و سنت کے کسوٹی پر پیش کر دیتے تھے۔ لہذا جس کی بات اس معیار پر پوری اترتی وہ سچا ہوتا اور دوسرا اپنی رائے اور موقف کو چھوڑ دیتا۔ جب تک لوگ اسی نہج پر کاربند رہے، امت محمد یہ فرقہ و گروہ بندی سے محفوظ رہی لیکن جب شخصیات کے نام پر دبستان فکر معرض وجود میں آئے تو اطاعت و عقیدت کے یہ مرکز و محور بھی تبدیل ہو گئے۔ اپنی اپنی شخصیات شمر اور ان کے اقوال و افکار اولین حیثیت کے اور اللہ اور اس کے رسول صلی الم کے فرمودات ثانوی حیثیت کے قرار پائے اور یہیں سے امت مسلمہ کے افتراق کے المیے کا آغاز ہوا جو دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا اور نہایت مستحکم ہو گیا۔

افسوس کہ اس اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ ان لوگوں کو حق کا علم نہیں اور وہ دلائل سے بے خبر ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ سب کچھ جانتے ہوئے محض اپنے دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لئے اختلاف اور تفرقہ کی راہ پکڑے ہے ہوئے اور اس پر جمے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی بڑے لطیف انداز میں لوگوں کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔(29)

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ لَمَنْ هَدَى اللَّهُمْ لَمَنْ هَدَى اللهُ وَمْ لَمْنْ هَدَى اللَّهُ عَلَيْهِ الضَّلَلَةُ(30)

اور بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ تو پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔ "مطلب یہ کہ جن لوگوں نے رسولوں کی اتباع و پیروی کی، انہیں ہدایت مل گئی اور جنہوں نے خواہشات نفس کی اتباع کی وہ گمراہ ہو گئے۔"

مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے کو فروغ دینا:

---

25 ۔ البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ج8، ص28
26 ۔ النحل126: 16
27 ۔ البقرۃ194: 2
28 ۔ حم السجدہ34: 32
29 ۔ ابو عبداللہ آصف محمود،متنازعہ مسائل کے محمدی فیصلے، اسلامی اکادمی 17 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور سن اشاعت مارچ 2014،ص8-9
30 ۔ الحل : 36

بھائی چارے کا لغوی:

لفظ "مواخات" عربی زبان کے لفظ "اخوۃ" سے نکلا ہے، جس کا مطلب بھائی چارگی یا بھائی بھائی کا رشتہ ہے۔ اسلام میں اخوت اور بھائی چارگی کے تصور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اور قرآن و حدیث میں اس کا بارہا ذکر کیا گیا ہے۔

اسلام میں بھائی چارہ اور مواخات کا تصور مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور یکجہتی کو مضبوط کرنے کے لئے ایک اہم اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔([31]) رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اس تصور کا عملی مظاہرہ پہلے پہل مکہ معظمہ میں ہوا، مکہ میں مسلمانوں کے درمیان مواخات کی چھوٹی چھوٹی مثالیں قائم کی گئی تاہم مدینہ منورہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم ہونے والی مواخات کی شاندار روایت قائم ہوئی۔ اس مواخات نے نہ صرف مہاجرین کی مشکلات کو کم کیا بلکہ ایک مضبوط معاشرتی نظام کی بنیاد بھی رکھی۔ اسلام کا نظم اجتماعی، اخوت اور بھائی چارہ کی اساس پر قائم و دائم ہے۔ اس عظیم الشان اخوت اسلامی میں میں انسانی رنگ و نسل، برادری و قومیت، حسب و نسب، ملک و وطن اور قبیلہ و ریاست جیسی کوئی تفریق رکاوٹ نہیں۔ ذات پات، قومیت، رنگ، زبان، نسل، علاقائیت، صوبائیت اور اس جیسی دیگر چیزیں اخوت اسلامی اور بھائی چارہ کے تصور کے واضح طور پر منافی ہیں۔ اخوت ایک روحانی اور ایمانی قوت کا نام ہے جس کی بنیاد رحم و کرم، ایثار و تعاون، صبر، عفو و درگزر اور عزت واکرام جیسے جذبات اور اس کے عملی اطلاق و اقدام پر منتج ہے۔ اُمت میں اُخوتِ اسلامی پیدا کرنے کے لیے محبت، اخلاص، وحدت اور خیر خواہی جیسی صفات لازمی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی نعمت شمار ہوتی ہیں۔([32]) قرآن کریم نے اس صفت کو بطور نعمت ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْكُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔" ([33])"اور اس کے اس احسان کو یاد کرو جو اُس نے تم پر کیا ہے جب کہ تم آپس میں ایک دُوسرے کے سخت دُشمن تھے، پھر اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی، تم اُس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔"

نبی کریم ﷺ نے ایمان والوں کے آپس کے تعلقات اور اُخوت و محبت کو ایک جسم کے مختلف اعضاء سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى۔"([34])

معاشرتی تعلقات میں برابری اور احترام، محبت و مفاہمت:

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو پڑھنے سے ملتی ہیں۔ حضور ﷺ کا مکی و مدنی دور حیات آج کے تکثیری سماج کے حوالے سے راہنمائی کرتا ہے۔ غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے، ان کی ضرورتوں میں کام آنے، حتی کہ ان پر مال خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کا پانی، غذائی اشیاء، برتن، کپڑے اور دیگر چیزیں بلا کراہت استعمال کی جاسکتی ہیں۔ ان سے ملنا جلنا، ان کا اعزاز واکرام کرنا، انہیں مہمان بنانا، ان کی عیادت کرنا، ان کے جنازے میں شریک ہونا، پسماندگان کی تعزیت کرنا، ان کاموں کی مسلمانوں کو اجازت ہے۔ غرض اسلام نے غیر مسلموں سے ہر طرح کے سماجی اور انسانی تعلقات رکھنے کی اجازت دی ہے۔ باہمی مفاہمت اور رواداری کی ضرورت و اہمیت اور اس کو فروغ دینے کے لیے عملی

[31] ۔ماہنامہ بینات،علامہ محمد یوسف بنوری،8شعبان 1446ھ فروری2025ء

[32] ۔ المہودی ، وفاء الوفاء (بیروت 1393ھ [1]،ہاشم معروف حسنی، سیرت مصطفی،مترجم، سید علی رضا[2]،جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی پاکستان۔ج 1، ص 266[1]، ج اول، ص 231، [2]

[33] ۔ آلِ عمران: 103

[34] ۔ صحیح البخاری ،محمد بن اسماعیل بخاری،باب رحمۃ الناس والبہائم، ج:2،ص888، رقم الحدیث: 6036

اقدامات کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے افراد کی تیاری بھی ضروری ہے جو خدا شناس اور اخلاقی و روحانی کردار کے حامل ہوں۔ یہ عبقری ہستیاں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وضع کردہ بین الاقوامی پالیسیوں کا درست فہم حاصل کر کے اُمت مسلمہ کو صراط مستقیم عطا کریں۔ ان کوششیں ثمر بار ہوں اور تکثیری سماج میں ایسا معاشرتی نظام وجود میں آئے جو عدل، تقویٰ اور ہمدردی و خیر خواہی پر مبنی ہو۔ ایسا معاشرتی تغیر جو فرد و اجتماع کو خیر و فلاح پر آمادہ و منظم کرے ہمیشہ مطلوب رہے گا۔(35)

مسلم اقلیتوں کے مسائل کے اسباب میں سے ایک سبب باہمی حمایت و محبت اور ربط کا فقدان ہے۔ مکی مسلم اقلیت پر نظر ڈالنے سے بہت سے کردار سامنے آتے ہیں۔ مسلم اقلیت میں مالی و معاشرتی طور پر مضبوط مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوسرے مذہبی بھائیوں کی حمایت اور مدد میں کمر بستہ رہیں۔ مثال کے طور پر حضرت نعیم بن عبد اللہؓ کے کردار کو پیش کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اسلام قبول کرنے اور اسے کچھ عرصہ تک خفیہ رکھنے کے بعد اسلام کا اعلان کیا اور ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار مکہ نے انہیں ہجرت نہ کرنے کی درخواست کی کیونکہ وہ مکہ کے لوگوں کی بہت زیادہ مدد کیا کرتے تھے اور خاص طور پر مکی مسلمانوں کے لیے بھی کسی رحمت سے کم نہ تھے۔ شاید اسی وجہ سے آپ ﷺ نے انہیں ہجرت نہ کرنے کی اجازت دے دی تھی کیونکہ ان کی ذات مکی مسلم اقلیت کے لیے بہت سے مسائل سے چھٹکارے کی ضمانت تھی۔(36)

اس لیے مسلم اقلیتوں کو چاہیے کہ وہ باہمی ربط کو یقینی بنائیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور محبت کا رویہ اپنائیں کیونکہ اسی میں مسلمانوں اور اسلام کی بہتری پوشیدہ ہے۔ آپس میں مضبوط تعلق قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اسوہ رسول ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ بھی تعمیری و مثبت تعلق قائم کریں اور سماجی، معاشرتی اور اخلاقی طور پر تمام امور میں شمولیت کو یقینی بنائیں تاکہ بہتر طریقے سے ان تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں معاشرتی فلاح کی بنیاد پر اختلافات کا حل:

سیرت طیبہ کی روشنی میں معاشرتی فلاح کی بنیاد پر اختلافات کا حل ایک انتہائی اہم موضوع ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ کے عمل اور تعلیمات ہمیں رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں مختلف مواقع پر اختلافات کو محبت، انصاف اور معافی کے ذریعے حل کیا، جس سے معاشرت میں فلاح، سکون اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہوئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرماتے ہیں۔

"وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (37)

"اور تم ان سے بہتر طریقے سے بحث کرو۔"

معلوم ہوا کہ اختلافات کو شائستگی، عزت اور حسن سلوک کے ساتھ حل کرنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں ہمیں اس کا عملی نمونہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ ہر اختلاف کا حل دلیل، حکمت اور صبر سے دیا، اور کسی بھی موقع پر جذباتیت سے کام نہ لیا۔ غزوۂ اُحد کے دوران جب آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام پر ظلم و ستم کیا گیا، آپ ﷺ نے معاف کرنے کی مثال پیش کی۔ آپ نے فرمایا: اللهم اغفر لِقَوْمِي، فإنهم لا يعلمون "اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے، کیونکہ یہ نہیں جانتی" یہ الفاظ اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے معاشرتی فلاح کے لیے اختلافات کو صبر اور معافی سے حل کیا، کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ محض انتقام یا لڑائی جھگڑے سے معاشرتی فلاح نہیں آ سکتی، بلکہ

---

35 ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، ڈاکٹر، مکی اسوہ نبویﷺ: مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، س ن

36 ۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر ، مکی اسوہ نبویﷺ مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل، ص261

37 ۔ الکہف، 18: 54

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

درگزر اور حسن سلوک ہی انسانوں کے درمیان امن اور محبت پیدا کرتے ہیں۔ایک اور واقعہ میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کسی بات پر اختلاف ہوا، آپ ﷺ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور کہا کہ "جو شخص دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، اللہ تعالی اس کے دل میں سکون اور محبت ڈال دیتا ہے" ([38])۔اس طرح سیرت طیبہ میں معاشرتی فلاح کی بنیاد پر اختلافات کا حل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ لوگوں کو آپس میں مل جل کر رہنے کی تعلیم دی اور محبت، احترام، معافی اور حسن سلوک کے ذریعے معاشرتی اختلافات کو حل کرنے کی ترغیب دی۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ اختلافات کو ختم کرنے اور فلاحی معاشرت کے قیام کے لیے درگزر اور معافی کے اصول پر عمل کرنا ضروری ہے۔

معاشرتی سطح پر اتحاد و اتفاق کو مضبوط کرنے کے طریقے:

سیرت طیبہ کی روشنی میں معاشرتی سطح پر اتحاد و اتفاق کو مضبوط کرنے کے کئی اہم طریقے ہیں جن پر عمل کرکے ہم معاشرت میں امن و سکون قائم کرسکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ معاشرت میں یکجہتی کے اصولوں کو فروغ دیا۔ سب سے پہلے، آپ ﷺ نے مسلمانوں کو محبت، ہمدردی، اور بھائی چارہ کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی چاہے جو خود اپنے لیے چاہتا ہے" ([39])۔اس سے واضح ہے کہ دوسروں کی خیر خواہی اور احترام سے ہی اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرقہ بندی سے بچنے کی اہمیت کو اجاگر کیااور قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا:"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"([40])،یعنی اللہ کی راہنمائی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ نبی اکرم ﷺ نے معافی اور درگزر کے اصول پر بھی زور دیا، جیسے فتح مکہ کے وقت آپ ﷺ نے دشمنوں کو معاف کر دیااور اس سے اتحاد کی فضا پیدا ہوئی۔ مزید برآں، آپ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو حل کرنے کے لیے ہمیشہ انصاف اور صلح کی تعلیم دی۔ "صلح سب سے بہترین ہے" کے ذریعے آپ نے ہمیں یہ سکھایا کہ اختلافات کو بات چیت اور نیک نیتی سے حل کیا جائے۔ آپ ﷺ کی سیرت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ معاشرتی سطح پر اتحاد کو مضبوط کرنے کے لیے محبت، معافی، انصاف، اور اجتماعی خدمت جیسے اصولوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

مفاہمت اور اختلافات کے حل کے طریقے: سیرت طیبہ سے عملی مثالیں:

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم (ﷺ) غزوۂ احزاب سے واپس تشریف لائے تو آپ (ﷺ) نے ہم سے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے-جب راستے میں عصر کا وقت ہوا تو بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) نے کہا کہ ہم عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھیں گے جب تک ہم بنو قریظہ پہنچ نہیں جاتے-بعض نے کہا کہ ہم عصر کی نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ (ﷺ) نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا-ان کی رائے یہ تھی کہ اس ارشاد سے حضور نبی کریم (ﷺ) کا منشا یہ تھا کہ وہ بنو قریظہ میں جلدی پہنچو-آپ (ﷺ) کا یہ منشا نہیں تھا کہ بنو قریظہ میں ہی نمازِ عصر پڑھنا خواہ نماز قضا ہی ہو جائے-سو انہوں نے اس حدیث پاک کی منشا اور مفہوم پر عمل کیا-دوسرے صحابہ کرام نے حدیث پاک کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا کہ نمازِ عصر بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی پڑھنی ہے-

دونوں کی رائے مختلف تھی لیکن چونکہ خیر پر مبنی تھیں اس لئے آپ (ﷺ) نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کیا-بلکہ دونوں کی رائے کو عزت و احترام عطا فرمایا۔ سیرت النبی (ﷺ) کی پیروی نہ کرنے کے نتیجے میں آج ہمارا معاشرہ یہاں تک آ پہنچا ہے کہ اپنی رائے سے اختلاف

[38] ۔ صحیح مسلم, ابن حجاج، قشیری، الجامع الصحیح،نیکی اور حسن سلوک کے مسائل، دار الحیاء التراث العربی، بیروت،س ن،(رقم الحدیث 1771)
[39] ۔صحیح مسلم ، صحیح مسلم, ابن حجاج، قشیری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان ، دار الحیاء التراث العربی، بیروت،س ن ،(رقم الحدیث171)
[40] ۔ آل عمران، 3:103

کرنے والے شخص کو کفر و گمراہی سے کم درجے کا ٹائیٹل ہی نہیں دیتے اور نہ ہی اس سے کم پر پیاس بجھتی ہے۔ یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام میں اخلاقی و انسانی تعلقات میں نرمی، حسن سلوک اور احترام کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) جیسے عظیم صحابی کی تربیت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف اپنی سیرت میں بلکہ عملی طور پر بھی ہمیں یہ تعلیم دی کہ کسی کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور ان کی عزت و احترام کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ، یہ واقعہ اس بات کا بھی غماز ہے کہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کو بھی باہمی تعلقات میں درگزر، تحمل اور نرم مزاجی کا حکم دیتے تھے۔

معاشرتی مسائل اور تنازعات میں نبی ﷺ کے طرز عمل کو اپنانا:

نبی کریم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کے بعد چند ہی سالوں میں دنیا کا معاشرتی نقشہ بدل گیا۔ تاریخ آج بھی ورطۂ حیرت میں ہے کہ اتنا بڑا معاشرتی انقلاب چند سالوں میں کیسے ممکن ہوا؟ وہ معاشرتی انقلاب اتنا جامع و مکمل تھا، اتنا کامل و اکمل تھا، اتنا بہترین اور لازوال تھا کہ پندرہ سو سال بعد بھی اگر کائناتِ انسانی میں کسی آئیڈیل معاشرے کی مثال دی جاتی ہے تو کیا اپنے، کیا پرائے، سب کے سب نبوی معاشرے کی مثال دیتے ہیں۔

تنازع کا حل نکالنا:

تنازع پر وقتی طور پر قابو پانے کے بعد تنازع کا کوئی نہ کوئی وقتی حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ تنازع کے حل کا مقصد فریقین کی مدد کرنا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کی ضروریات، مسائل اور تنازع کی وجوہات کو سمجھ کر پائیدار حل تلاش کر سکیں۔ اس مرحلے، طریقے کا مقصد فریقین کو کسی ایسے معاہدے یا حل پر راضی کرنا ہوتا ہے جس پر دونوں فریق پر مطمئن ہو تاکہ تنازع کا مستقل حل نکالا جا سکے۔ بعثت رسول اکرم ﷺ سے پہلے کعبۃ اللہ میں حجر اسود نصب کرنے کے مسئلے پر قریش کے قبائل کے درمیان کھڑا ہونے والا تنازع اور حضور اکرم ﷺ کا پیش کردہ حل ایک بہترین مثال ہے۔ تمام قبائل یہ سعادت خود حاصل کرنے کے خواہش مند تھے اور اس کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔ آپ ﷺ نے تنازع کو بہترین انداز میں حل کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ حجر اسود کو ایک چادر کے درمیان میں رکھا جائے اور ہر قبیلے کا سردار ایک کونا پکڑ کر اُسے مطلوبہ مقام پر لے جائے جہاں اُسے نصب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تنازع حل ہو گیا جس سے خطرناک لڑائی کا خطرہ ٹل گیا۔ [41]

معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے سیرت طیبہ کے اصولوں کا عملی اطلاق:

قبل از اسلام فلاح بہبود:

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں کوئی مضبوط سیاسی نظام نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے ایک سیاسی و سماجی انتشار پایا جاتا تھا، اور لوگوں کی جان و مال محفوظ نہ تھے، باز پرس کرنے والا کوئی نہ تھا، دورِ جہالت میں لوگوں پر ظلم و ستم اور ان کی حق تلفی بہت عام تھا۔ اس صورت حال کو بعض دردمند لوگوں نے بدلنا چاہا۔ مشورہ کے لیے عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ظلم و زیادتی کو ہر قیمت پر روکا جائے گا۔ کسی بھی شخص پر چاہے وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہو ظلم نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کی جائے گی اور اسے

41 - https:alsharia.org‹2016‹mar‹hul-tanaziaat-tareeqay-muhammad-husain,time:2:42pm

اس کا حق دلوایا جائے گا اور ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس معاہدہ میں شریک تھے، یہ معاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا تھا۔

بعد از نبوت فلاح و بہبود کے عملی اقدام:

بعد از نبوت آپ ﷺ نے نہ صرف چھوٹوں، بڑوں، والدین، اولاد، عورت، مرد، غلام نوکر، غیر مسلم بلکہ حیوانوں تک کے حقوق مقرر فرمائے۔ ان سے بھی آپ ﷺ کے جذبہ خیر خواہی کا علم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی، ہمدردی اور حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ کو کسی نے دُکھ دیتے نہیں دیکھا بلکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ ہی خیر و برکت کی باتیں کیں اور آپ ﷺ خدمت خلق کا باعث ہوئے۔ آپ ﷺ کا وجودِ مسعود ہی کائنات کے لیے رحمت تھا۔

"وَمَا اَرۡسَلۡنَاكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ "([42])

اے نبی ﷺ، ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ نے تجارت میں لوگوں کی خیر خواہی کا پہلو سامنے رکھا۔ کبھی کسی کے سامنے جھوٹ نہیں بولا۔ کسی پر زیادتی نہ کی۔ مال میں کوئی نقص ہوتا تو بتا دیتے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبری ؓ کی تجارت کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں بھی آپ ﷺ مال کے بارے میں ہر لحاظ سے وضاحت کرتے تھے۔

خاندان اور معاشرتی تعلقات میں ہم آہنگی:

خاندان اور معاشرتی تعلقات میں ہم آہنگی سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک اہم موضوع ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے مثالی رہنمائی فراہم کی۔ نبی ﷺ نے ہمیشہ اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ حسن سلوک، محبت اور احترام کا سلوک کیا، اور معاشرتی تعلقات میں بھائی چارہ، ہم آہنگی اور انصاف کے اصول قائم کیے۔

خاندانی تعلقات میں ہم آہنگی:

نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی، احترام اور محبت کا سلوک کیا۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔" (ابن ماجہ) اس کے علاوہ، آپ ﷺ اپنے بچوں کے ساتھ بھی بے حد محبت سے پیش آتے تھے اور ان کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔"([43])

معاشرتی تعلقات میں ہم آہنگی:

42 ۔ سورۃ الانبیاء: 107

43 ۔ ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسیٰ، الجامع، کتاب المناقب،باب فضل ازواج النبی ، دار الشرکۃ مکتبہ و مطبوعہ مصطفی البانی الحکیم س-ن،مصر ،(رقم الحدیث:3961)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.3 2024

آپ ﷺ نے معاشرتی تعلقات میں بھائی چارہ، تعاون اور حسن سلوک کو فروغ دیا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔" (44) آپ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان صلح، بھائی چارہ اور انصاف کی بنیاد رکھی۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔"

اختلافات کا حل:

نبی ﷺ نے اختلافات کو حل کرنے کے لیے حکمت، صبر اور معافی کا طریقہ اختیار کیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اگر تم معاف کر دو، درگزر کرو اور چشم پوشی سے کام لو پس بے شک اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (45) عفو و درگزر ایک ایسا وصف ہے کہ جس کی وجہ سے دشمنی دوستی میں بدل جاتی ہے۔ باہمی تعلقات کی خوبی ہی یہ ہے کہ وہ لچک، نرمی اور درگزر سے پنپتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں۔ غلطیاں یقیناً انسانوں ہی سے ہوتی ہیں لیکن اپنی غلطی کو تسلیم کر کے اس پر معافی مانگ لینا اور متاثرہ شخص کا اسے معاف کر دینا یہی بڑا پن ہے اور خدا کو بہت پسند بھی ہے اور آپ ﷺ نے ہمیشہ باہمی تعاون، احترام اور انصاف کے ساتھ اختلافات کو حل کیا اور لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور برداشت کی تعلیم دی۔

خلاصۃ البحث

سیرت طیبہ کی روشنی میں خاندانی محبت اور مفاہمت کے ذریعے سماجی اختلافات کا حل ایک اہم موضوع ہے، جو معاشرتی ہم آہنگی اور فلاح کے لیے بہت ضروری ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو انسانیت کے لیے ایک مکمل رہنمائی ہے، خاص طور پر جب بات خاندان اور معاشرتی تعلقات کی ہو۔ نبی ﷺ نے ہمیشہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ محبت، احترام، اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا، جس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اختلافات کا حل محض برداشت، معافی، اور باہمی مفاہمت کے ذریعے ممکن ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے خاندان اور صحابہ کرام کے ساتھ درگزر اور سمجھوتے کی بے شمار مثالیں پیش کیں، جیسے کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ تعلقات میں درگزر کا سلوک اور اہل مکہ کے ساتھ صلح حدیبیہ کے موقع پر عزم و استقلال کا مظاہرہ۔ آپ ﷺ نے سماجی اختلافات کو حل کرنے کے لیے ہمیشہ صبر، حکمت، اور رواداری کو فروغ دیا، اور آپ کے اس عمل نے معاشرتی سطح پر امن اور ہم آہنگی کو یقینی بنایا۔ اس تحقیقی مطالعہ میں، سیرت طیبہ سے حاصل کردہ اصولوں کا تجزیہ کیا گیا ہے، جن میں خاندان کے افراد کے درمیان محبت، احترام، معافی اور افہام و تفہیم کے طریقوں کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس مطالعے نے یہ ثابت کیا کہ جب افراد اپنے خاندان میں اختلافات کو محبت اور مفاہمت کے ساتھ حل کرتے ہیں تو وہ نہ صرف اپنے خاندان کی فلاح میں معاون ثابت ہوتے ہیں بلکہ پورے معاشرے میں بھی امن، سکون اور بھائی چارے کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ اس تجزیے سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ سیرت طیبہ کی روشنی میں خاندانی محبت اور مفاہمت کی اہمیت کا شعور ہمارے معاشرتی تعلقات کی مضبوطی کے لیے ضروری ہے، اور ان اصولوں کے نفاذ سے ہم سماجی اختلافات کو کامیابی سے حل کر سکتے ہیں۔

---

44 ۔ ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسیٰ، الجامع، کتاب الایمان ، دار الشرکۃ مکتبہ و مطبوعہ مصطفی البانی الحکیم ۔س۔ن،مصر، رقم الحدیث: 2627

45 ۔ التغابن : 14